غیر مسلموں میں دعوت کا طریقہ کار قرآن وسنت کی روشنی میں

*ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ

**ڈاکٹر حافظ حفاظت اللہ

Abstract

Dawah to the non-Muslims is extremely essential and it needs a serious & learned individual to become a " daa'ee" (one who invites to the true path of Allah S.W.T) . The first & for most requisite for a Daa'ee that he must equip himself/herself with the requisite knowledge of Qur'an & Sunnah and of course, have a grasp of the derivative injunctions & holy books of other major world religions and the logical-cum-physical aspect encompassed there in. furthermore, the various psychological queries that lead to skepticism about certain religion beliefs must also be taken into consideration and logical answers be found for such doubts. Any instances of belief in one God & moralism that can be linked directly or indirectly to Qur'an & Sunnah must be noted down. Such a profound study invokes feeling of further learning with a sense of responsibility. He will have an idea of now the man altered religions of the world put man on a wrong path & pushed him into the world of carnal desires and rusted ins mind with a hard rust of disbelief in the hereafter the Day of judgment.

غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کرنا بہت ہی اہم اور ضروری کام ہے اور اس کام کیلئے سنجیدہ فکر اور اہل عقل وفہم کی ضرورت ہے اور داعی کو سب سے پہلے جو کام کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ وہ قرآن اور حدیث میں خوب مہارت حاصل کریں اور تمام مذاہب کے اہم مآخذ اور کتابوں کا بغور مطالعہ کریں اور ان کے وہ پہلو جو عقلا اور طبعا اس میں سقم ہو اس کو مستحضر کریں۔ اس کے علاوہ ان کے مذہب پر اگر نفسیاتی اعتبار سے جو جو اشکالات ہو سکتے ہیں ان کو بھی یاد رکھتے جائیں۔ اور ان کی مذہبی کتابوں میں اگر توحید اور اخلاق سے متعلق کوئی بات ہو جن کی قرآن وسنت میں نظیر موجود ہو ان کو اپنے پاس نوٹ کریں۔ اس طرح مطالعہ کرنے سے داعی کے اندر احساس وشعور پیدا ہوگا۔ کہ دنیا کے اندر مختلف مذاہب نے انسان کو کسطرح گمراہ کیا ہے اور خواہشات کی دنیا میں دھکیل دیا اور ان کی عقل پر ہوائے نفس کا دبیز پردہ لٹکا دیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اندر ایمان میں پختگی اور اسلام کی تعلیمات کو نعمت سمجھ کر جب یقین اور اعتماد کے اس میدان میں قدم

*اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

**اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

رکھے گا تو انشاء اللہ بہت مؤثر ثابت ہوگا اسی طرح مطالعہ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مخاطب کو لا جواب کر دیا جائے یا اس کے مذہب پر برملا تنقید کیا جائے یا اس کے مذہب کی توہین کی جائے بلکہ دعوت کے اندر ان کے دل کو متاثر اور مطمئن کرنے والے کیلئے نکات کو تلاش کیا جائے ......البتہ اگر ان کے اعتراضات اسلام پر ہے تو اہل علم حضرات سے ان اعتراضات کی تحقیقی جوابات کو معلوم کیا جائے۔ان کو دعوت دینے میں بجائے یہ کہ اس کے مذہب پر اعتراض کیا جائے اسلام اور سیرت کا تعارف کیا جائے ایسے طریقے پر کہ ان کے اندر رحم، دوسروں کو فائدہ پہنچانا، دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، پڑوسیوں، والدین کے حقوق کے پہلو کو اجاگر کیا جائے۔تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اسلام کے اندر کیا کیا خوبیاں ہیں۔اس کے علاوہ معروف کی دعوت دی جائے بجائے کہ ان کو منکر سے روکا جائے۔اسلئے کہ کسی بھی آدمی کو اس کی کسی عادت کو چھوڑانا بہت مشکل ہوتا ہے جب کہ اس سے کوئی اچھا کام کروانا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔دوسری بات جب ایمان کی روشنی آئے گی تو کفر وشرک کے اندھیرے خود بخود کافور ہو جائینگے۔ایک بات یہ بھی ہے کہ معروف کی طرف طبیعت طبعی طور پر مائل ہوتی ہے۔

جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

﴿ما من مولود الا یولد علی فطرة الاسلام.﴾ (۱)

''ہر بچہ فطری طور پر مسلمان پیدا ہوتا ہے۔''

اور اس بات کو تقریباً ہر انسان مانتا ہے کہ اس جہاں کا پالنے والا کوئی ہے اور وہ اللہ ہی ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ ارواح کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى ﴾۔(۲)

''اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح کو معرفت اللہ حاصل ہے۔البتہ بعد میں حالات اور اعمال کی وجہ سے ظلماتی پردے پڑ گئے ہیں ان کو اگر احتیاط اور نرمی سے ہٹا جائے تو کامل امید یہی ہے کہ آدمی اصل توحید کی طرف لوٹ آئے گا۔

یہودیوں اور عیسائیوں میں دعوت کا طریقہ کار

اس کے علاوہ ان کے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ تمام مذاہب کا آخری نکتہ نظر یہی ہے کہ اس خالق کی عبادت کی جائے جس نے یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بنایا ہے اور کوشش کریں کہ مذاہب کو قریب قریب بیان کریں اور یہ تاثر نہ دلایا جائے کہ اسلام اور آپ کے مذاہب میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔بلکہ قرآن کے اس کو اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت دی جائے۔

﴿تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ﴾ (۳)

''آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں'۔

اس کے علاوہ قرآن کا ایک اور نکتہ ''مصدق لمابین یدیه'' کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور خصوصاً یہ طریقہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دعوت دینے میں انتہائی مؤثر ہوگا۔

سکھ مذہب میں دعوت کا طریقہ کار:

ان کے مذہب کا مطالعہ کیا جائے اور ان کے پیشوا گرونانک کے جو بھی اقوال ہیں توحید اور حضور اقدس ﷺ کے فضائل کے متعلق ان کو مستحضر رکھا جائے۔ اسی طرح ان کے وہ احکام جو رحم کے عنوان سے متعلق ہیں ان سے بات شروع کی جائے۔ البتہ اس باب میں جو باتیں غلو کی ہیں ان کی نرمی سے تردید کی جائے۔ اس کے بعد اللہ کے انعامات، اللہ کا مستحق عبادت ہونا، کفر والحاد کی مذمت اور بت پرستی کے خلاف عقلی دلائل سے ان کو سمجھایا جائے۔ ان کے سامنے اسلام کی ایسی تشریح رکھی جائے کہ ان کے دل تعلق مع اللہ اور توحید کی روشنی کی طرف لپکے اور آخر میں اسلام کی فضیلت، افادیت اور ضرورت پر آہستہ آہستہ روشنی ڈالی جائے اور ساتھ ساتھ مرنے کے بعد کی زندگی، قبر وحشر کے حالات، جنت ودوزخ کے حالات بھی ان کے سامنے رکھے جائے۔

مرتدین میں دعوت کا اسلوب

اس وقت دنیا میں مرتدین کی تعداد کم نہیں۔ بلکہ اچھی خاصی ہے۔ خصوصاً یورپ میں اور ہندوستان کے دور دور کے دیہاتوں میں۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں دیگر تمام معاشرتی رسوم ورواج ہندوانہ اور مشرکانہ ہے۔ لیکن جہاں جہاں بھی اس قسم کے لوگ موجود ہیں خواہ وہ ہندو بن گئے ہیں یا وہ عیسائی بن گئے ہیں، یا کوئی اور مذہب کو قبول کر چکے ہیں ان کو اس لوگوں میں وہ مقام حاصل نہیں ہیں جو ہونا چاہئے تھا لہٰذا ان کو دعوت قدرے آسان ہے۔ اسلئے ان کو یہ بتلایا جائے کہ اور ان کے اندر یہ احساس بیدار کیا جائے۔ اس معاشرت نے ہم لوگوں کو قبول نہیں کیا ہے اور نہ ہمیں وہ حقوق حاصل ہیں جو ان کو حاصل ہیں۔ لہٰذا ایسے مذہب کو اختیار کرنے کا کیا فائدہ۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے تعلقات کو بڑھایا جائے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوا کرے امید ہے کہ یہ تمام لوگ دوبارہ اسلام کے حلقہ میں داخل ہو جائینگے۔

نفسیاتی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت دینا

ان کو دعوت کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ نفسیاتی طور اور جذباتی کیفیت کا لحاظ رکھ کر ان کو دعوت دی جائے۔ ان کے آباواجداد کے قصوں کو یاد دلایا جائے ان کی ہر محفل میں ان کے آباو واجداد کے بارے میں گفتگو کی جائے ان کے قبروں اور ان کے بقایات کا تذکرہ کیا جائیں اور جایا کریں۔ اور جو غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو ان کو ان مرتدین کے ساتھ ملایا کریں اور یہ بتلایا جائے کہ دیکھو اتنے غیر مسلم اسلام کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔

لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس کی تشہیر بالکل نہ کی جائے ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس سلسلہ میں احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے

۔جب وہ دوبارہ

اسلام کے اندر داخل ہو جائے تو حکمت کے ساتھ ناموں کو تبدیل کیا جائے۔ان کے بچوں کو مکتب یا اسلامی پرائمری اسکولوں میں داخل کیا جائے۔اوران کی شادیاں اسلامی گھرائیوں کی جائیں۔

اس کے علاوہ ان کو بتلا دیا جائے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کو ہمارے ایمان کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں اللہ کی ضرورت ہے لہذا ہم ایمان لاکراوران کے ساتھ تعلق کو قائم کرنے کی ہمیں ضرورت ہیں۔

ان کو ان جیسی آیات سنائی جائیں:

﴿یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ مَن یَرْتَدَّ مِنکُمْ عَن دِینِهِ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِینَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْکَافِرِینَ یُجَاهِدُونَ فِی سَبِیلِ اللّهِ وَلاَ یَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ذَلِکَ فَضْلُ اللّهِ یُؤْتِیهِ مَن یَشَاء۔﴾(۴)

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کردے گا جس سے اللہ کو محبت ہوگی اوران کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، وہ مسلمانوں میں مہربان ہونگے اور کافروں پر تیز ہونگے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہونگے اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرینگے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

داعی جب لگن، اخلاص، اور نالہ نیم شبی کے ساتھ کام کرے گا تو خود بخود اچھے نتائج برآمد ہونگے۔مگر شرط وہی ہے کہ داعی کے دل میں درد ہو احساس ہو کہ کلمے نماز کے بغیر یہ ہمارے بھائی کیسی بڑی مصیبت اور آفت رخصت ہو رہے ہیں۔دل میں ٹھیس اور کسک محسوس ہو۔

اہل ایمان کی اصلاح کا قرآنی اور نبوی طریق کار

یہ بات تو بالکل ہے کہ حق اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک انسانیت کی صلاح وفلاح کے لئے دوسلسلے جاری فرمائے گئے اک سلسلہ انبیاءؑ ورسلؑ کا اور دوسرا آسمانی صحائف وکتب کا۔پھر معلوم ہو کہ ہر نبی ورسولؑ کی تعلیم وترتیب کی نگرانی خود رب العزت باری تعالیٰ فرماتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نبی ورسول کو کسی اور معلم ومربی کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ باقی تمام لوگوں کو دو چیزوں کی یعنی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے جس کی تفسیل مقصد نبوت اصلی کے عنوانات کے تحت آئی ہے۔بفضلہ تعالیٰ آپؐ نے اپنی امت کی اصلاح کیلئے یہ ہر دو کام بدرجہ کمال سرانجام دیئے۔

''اہل ایمان کی اصلاح کا طریق کاران کی تعلیم وتربیت کرنا۔انہیں قرآن حدیث پڑھانا،قرآن کے معانی ومفہوم سمجھانا، حدیث نبویؐ وحکمت دینی سمجھانا اوران کے دلوں کو اخلاق رذیلہ دیا،حسد تکبر، بخل، کینہ، وغیرہ سے پاک وصاف کرنا ہے۔جیسے چودہ سو سال امت مسلمہ کے اہل علم اور مشائخ حضرات کے سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ابتدأ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ

کے دور میں تعلیم وترتیب کا سلسلہ زیادہ تر صدری (زبانی) تھا اور تحریری و کتابی کم، پھر رفتہ رفتہ تحریری، کتابی سلسلہ بھی، صدری زبانی سلسلے کی طرح برابر چل پڑا۔'' جہاں مستقبل طور تعلیم وتربیت کا باقاعدہ نظام جاری ہوگیا۔حضرات قرآنی نے قرآنی مکاتب قائم فرمائے۔

تفسیر حدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیم کیلئے علماء اسلام نے مدارس وجامعات کی بنیاد ڈال دی تزکیہ نفس (اصلاح قلوب) کیلئے مشائخ وصوفیاء نے خانقاہی نظام جاری کردیا۔مصنفین ومولفین نے قرآن وحدیث کے علوم ومسائل، کتابی شکل میں مرتب کرنے شروع کئے۔واعظین، مقررین نے وعظ ونصیحت اور تقریر و بیان میں مشغول رہے۔غرض ان معلمین ومبلغین اور علماء اسلام نے اپنے دینی پیشواؤں کی تعلیم وتربیت اور وعظ بیان سے دینی علوم حاصل کرتے رہے۔ان حضرات کی تعلیم محنت اور تبلیغی مجاہدایت ہی کا یہ ثمر ہے کہ یہ دین نبویؐ نسلاً بعد نسل نقلد در نقل ہوتے آج ہم تک پہنچا ہے۔

بہر حال تعلیم وترتیب، دعوت الی الخیر، تعلیم وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جو حکم کتاب وسنت میں موجود ہے، امت مسلمہ کسی بھی دور میں اس سے غافل نہیں رہی، ہر زمانے میں اپنی تعلیم وتربیت، تبلیغ واحکام وعظ ونصیحت عمومی امر بالمعروف نہی عن المنکر وغیرہ ہوتا رہا اس پر ہر دور کے حالات کے اعتبار سے مختلف اور مناسب طریقے اس کیلئے اختیار کرتے رہے۔

ہدایت واصلاح کی کامیابی

'ہدایت واصلاح کی کامیابی کا تمام تر انحصار ہادی یا مصلح کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں پر ہوتا ہے کسی شخص سے نصیحت کے چند جملے کہہ دینا نہایت آسان لیکن اس نصیحت کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کا سانچہ بدل دینا، جوئے شیر لانے سے کم نہیں اس لئے کردار کی بہت سی خوبیاں درکار ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ﴾(۵)

کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو۔

اس ارشاد الٰہی کے مطابق ایک معلم اخلاق کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود ان اخلاقی اقدار کا حامل ہو جن کی تبلیغ وہ دوسروں کو کرتا ہے بےعمل انسان کے الفاظ کس طرح بھی دوسروں کے دل پر منقش نہیں ہوسکتے وہ زبان سے نکل کر کانوں پر ٹکراتے ہیں اور فضاؤں میں گم ہوجاتے ہیں۔دل تک اس کی آواز پہنچ سکتی ہے جو ان قدروں کا قائل اور حامل ہو، اور ان باتوں پر عمل کرتا ہو جن کی وہ اشاعت کرتا ہے۔عمل کی قوت بے پناہ ہوتی ہے اور اس کا لازمی اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دیکھو کہ جس کام کی حضورؐ نے اردوں سے فرمائش کی، پہلے اس پر خود عمل کیا، تاکہ دوسرے لوگ اس پر عمل کرسکیں اور اس کام میں آپ کی فرمانبرداری اور اتباع کرسکیں۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم کردار سے تعلیم اخلاق اور رشد وہدایت کے سلسلے میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک مبلغ اور مصلح یا مصلح اخلاق کیلئے یہ بے حد ضروری ہے کہ وہ اپنے قوم اور ملت کی اجتماعی اور انفرادی نفسیات سے باخبر اور واقف ہو، اس لئے کہ کسی انسان کے فکر وعمل میں اس وقت تک کوئی تغیر وتبدل پیدا نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کے ذہنی محرکات قلبی کیفیات اور طبعی رجحانات کا صحیح اندازہ نہ ہو۔

انسان کو اگر یہ صلاحیت حاصل ہو جائے کہ وہ دوسروں کے ان افکار وجذبات کا صحیح اندازہ لگائے، جو وہ سماج قانون یا کسی اور ڈر دباؤ کی وجہ سے اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے تو اس کی اصلاح وہدایت کا کام بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ اصلاحی کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ودشواری انسانی فطرت سے ناواقفیت اور لاعلمی ہے دوسری دشواری اور رکاوٹ یا ناکامی کی وجہ عوام سے بے ربطی وبے تعلقی ہے، اسی وجہ سے عوام سے معاملہ داری کا تجربہ، جس کے بغیر اصلاح ناممکن ہے نہیں ہوتا۔

جتنا عوام سے گہرا ربط وتعلق ہوگا، اتنا ہی نفسیات کا تجربہ ومطالعہ زیادہ ہوگا شاید اسی وجہ اور مصلحت کے پیش نظر مشائخ اپنے خلفاء اور خاص مریدوں کو دنیا میں لوگوں کی جفا وقضا برداشت کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں چونکہ نفسیاتی بصیرت تجربہ سے آتی ہے تو وہ زیادہ مؤثر اور بہتر ہوتی ہے۔

ماہرین نفسیات، آج تجربات ذہنی میں بڑی ترقی کر رہے ہیں لیکن اس ترقی کے باوجود عملی طور پر وہ دیندار طبقے سے بہتر نتائج مرتب نہیں کر سکتے، اس کی شاید بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے تجربات محدود ہیں اور انہوں نے فطرت انسانی کے سمجھنے میں اتنی کوشش اور جدوجہد نہیں جتنی کہ مبلغین اور مشائخ نے کی۔ اس کو یوں سمجھے کہ پیٹ بھرا اور مرتفع الحال انسان جس نے افلاس اور غربت کی وجہ سے زندگی میں ایک وقت کا بھی فاقہ نہ کیا ہو بھوکے انسان کی نفسیات کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ صحیح نفسیات کا علم حاصل کرنے کیلئے نہ صرف کاوش کرنی پڑتی ہے اور خون جگر پینا پڑتا ہے، بلکہ عوام سے ان کے ہر شعبہ زندگی میں، بڑا گہرا اور قریبی تعلق رکھنا پڑتا ہے۔ پہلی بات جو ایک مبلغ ومصلح کیلئے بے حد ضروری ہے وہ یہ ہے اپنی قوم اور امت کی اجتماعی اور انفرادی نفسیات سے باخبر اور واقف ہونا۔ اور دوسری چیز جو اصلاح پروگرام دعوت وتبلیغ میں سب سے زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مبلغ وداعی یا معلم اخلاق کو مہر ومحبت کا مجسمہ ہونا چاہیے۔ تاکہ لوگ اس کی محبت وہمدرری کی وجہ سے اس کے پاس آئیں اور اپنے دلی جذبات اور کیفیات کا اظہار کرسکیں، درشت خو یا بدخوئی کے سننے کیلئے کوئی تیار نہیں ہوتا، یہاں تک کہ ایک مریض بھی ایک بدخو طبیب کے پاس خواہ وہ مسیح دوران کہلایا جاتا ہو، جاتا ہوا ہچکچاتا ہے۔ انسان کی فطرت کے اس رخ کا اندازہ آپ یوں لگا سکتے ہیں کہ ایک مریض، کڑوی دوا عام طور پر پینے سے پرہیز کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے مرض کے ازالہ کیلئے یہ دوا ضروری ہے۔

قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مہر ومحبت تبلیغی ودعوت کے کام میں کتنی ضروری کڑی ہے۔ سورۃ الاعمران میں اللہ تعالیٰ، آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں کہ:۔

﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ﴾ (۶)

''اور (محمد) اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیتے''

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

﴿لا یومن احدکم حتی احب الی من ولده و والده والناس اجمعین﴾ (۷) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان نہیں لاتا جب کہ میں اسکے باپ اور بچوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں اس ارشاد نبوی سے بھی بات بالکل واضع اور صاف ہو جاتی ہے کہ جو مبلغ اور داعی اپنی محبت سے قلوب انسانی پر قبضہ کر لیتا ہے اس کو اپنا پیغام پہنچانے میں اور اس پر عمل کرانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔

مبلغین اور بزگان دین کا طریقہ اصلاح

ہر انسانی فعل ادراک اور احساس کی منزل سے گرزرتا ہے۔ سماج اور قانون حکومت عمل پر مواخذہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ادراک و احساس کا احتساب کوئی قانون نہیں کر سکتا، ملغین اور بزرگان دین یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کا عمل درست کرنے کیلئے ادارک احساس کو درست کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ان کا قول ہیں کہ برا فعل برا ہے لیکن برا خیال اس سے بھی زیادہ برا ہے جس کی ناپا کی پانی سے دور ہو سکتی ہے لیکن دل کی ناپا کی دور کرنے کیلئے پانی نہیں بلکہ آنسو درکار ہوتے ہیں اور اس لئے وہ انسان کی صحیح تربیت پر زور دیتے ہیں کہ اس کا احساس ادارک اور عمل درست ہو سکے، اسی بناء پر مبلغین و مشائخ اس پر زور دیتے ہیں کہ انسان صرف برے عمل سے پرہیز نہ کرے بلکہ برے خیالات اور برے احساسات سے بھی بچے یا بالفاظ دیگر اس کی گردن سے زنار ہی نہ درو کر دیا جائے بکہ اس کی پیشانی میں چھپے ہوئے سجدہائے مسخ بھی نکال دیئے جائیں۔

یہ بات واضح ہونے کے بعد کہ انسانی اعمال کی درستگی کیلئے ادارک واحساس کی اصلاح ضروری ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے ذرائع اور طریقے استعمال کئے جائیں کہ انسان کے نفس میں دشمنی، غوغا، اور فتنہ جس کا رجحان برائی کی طرف ہے باقی نہ رہے اور قلب میں سکوت ورضا اور نرمی ومحبت جس کا تعلق نیکی اور بھلائی سے ہے، پیدا ہو جائے اور قلب بیدار ہو جائے۔

ماہرین نفسیات آج متفق ہیں کہ انسان کی کسی فکری یا ذہنی کیفیت کو زبردستی نہ زیر کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ دور کیا جاسکتا ہے انسان کے جسم کو زنجیروں سے جکڑا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے ذہن کو گرفتار ومقید کر کے، اس پر پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے جس ذہنی کیفیت کو ایک جگہ دبایا جاتا ہے وہ دوسری جگہ ایک دوسری شکل میں نمودار ہو سکتی ہے اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک کیفیت کو دبانے سے بہت سی اور ذہنی کشمکشیں پیدا ہو جائیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا صحیح فکری مزاج قائم نہیں رہتا۔ اس میں قنوطیت بے عملی، پست ہمتی اور خوف کی مختلف کیفیتات پیدا ہو جاتی ہیں۔

مبلغین اسلام ومشائخ اس حقیقت کو جانتے ہیں اور اس کے مضر اثرات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے کہ جب قلب قوت حاصل

کر لیتا ہے۔تو نفس کے تقاضے خود بخود خاموش ہو جاتے ہیں انسان کی یہی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔اور وہ نصیحت پر عمل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

قلب اور اس کی اصلاح

دل کو صوفیاء انوار ربانی کا محل کہتے ہیں۔معرفت حق اس کے ذریعے سے ممکن ہے انسان کے جسم خاکی میں یہی وہ حصہ ہے جو اس کو مبدء فیاض سے ملتا ہے سعادت اور نیکی کی راہ دکھاتا ہے۔

لیکن ہر انسانی کا دل انوار ربانی کا محل نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ دل کی مثال آئینہ کی سی ہے جب اس پر حجابات پڑ جاتے ہیں تو وہ نظارہ جمال کے قابل نہیں رہتا، پیکر انسانی میں دو قوتیں کام کرتی رہتی ہیں۔ایک بہیمی اور دوسری ملکوتی ایک انسان کو ابتدال اور نیچے کی طرف لے جاتی ہے اور دوسری روحانیت اور بلندی کی طرف جو قوت بھی طاقتور ہو،اسی سے قلب متاثر ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ انسان کی بہیمیت قوت جب غالب آجاتی ہے تو آئینہ دل غبار آلود ہو جاتا ہے اور اس میں انوار ربانی کے عکس کی صلاحیت باقی نہیں رہتی ،صرف یہی نہیں جب بہیمیت کا پورا تسلط و رغلبہ ہو جاتا ہے تو انسان کے کان کسی بھی بھلائی کی بات سننے اور دل ودماغ کسی ہدایت کو قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں اور ایسے ہی لوگوں کیلئے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ﴾ (۸)

مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر قلب کی صحیح کیفیت کو قائم رکھنے اور ملکوتی قوتوں کو ابھارنے کیلئے عبادت کی دعوت دی جاتی ہے۔جو کہ قلب کی ضرورت ہے ارکان دین کے علاوہ ذکر و وظائف کا مقصد بھی یہی ہے کہ قلب کو اس طرح بیدار کیا جائے کہ اس پر ملکوتی رنگ غالب آجائے۔نماز اگر صحیح اور مکمل ادا کی جائے تو اس سے اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور انسان برائی سے محفوظ رہتا ہے،حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم میں نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس شخص کی نماز اس کو برائی اور بری سے نہ روکے تو ایسی نماز اس کو خدا سے دور کر دیتی ہے۔

﴿قال رسول الله ﷺ من صلی صلاة لم تنهه عن المنكر لم يزدد من الله الا بعدا.﴾ (۹)

اس حدیث مقدس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ نماز کا مقصد اچھے اخلاق پیدا کرنا ہے،اور بندے اور مولی کے درمیان صحیح رشتہ جوڑنا ہے۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں

''میں کہتا ہوں کہ نماز میں دونوں باتیں موجود ہیں تزکیہ نفس اور اخبات اور اس کی وجہ سے نفس پاک ہو کر عالم ملکوت تک رسائی مل جاتی ہے'' (۱۰)

اصلاح میں سب سے مقدم چیز قلب ہے اور اس کی صفائی ذکر و ظائف اور اعمال سے ہوتی ہے۔

انسان کی خوبیوں کو اجاگر کرنا

افراد کی اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ اس کی برائیوں کی بجائے اس کی اچھائیوں کو اجاگر کیا جائے۔ ہرانسان میں اچھائیوں بھی ہوتی ہیں اور برائیاں بھی برائیوں کو دور کرنے کیلئے یہ طریقہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا کہ اس کی برائیوں کو اجاگر کیا جائے، اگر کوئی انسان کسی برائی کا شکار ہے اور گمراہی میں مبتلا ہے تو اس کو برا کہنا یا یہ کہنا کہ تم اس عیب اور برائی کو چھوڑ دو، کبھی بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوسکتا، اس برتاؤ سے اس کے اندر ایک عجیب کشمکش بلکہ ضد بھی پیدا ہوسکتی ہے، اس کے برخلاف یہ بدرجہا بہتر ہے کہ اس کی خوبیوں کو اجاگر کر کے اس کے اندر کسی اچھے کام سے دلچسپی پیدا کر دی جائے۔

مثلاً ایک شخص سے جس پر جنسی جذبات کا غلبہ ہے یہ کہنے کی بجایے کہ تم ان جذبات سے باز آ جاؤ یہ بدرجہا بہتر ہے کہ اسے مشورہ دیا جائے کہ ہر اس موقع پر جب کوئی غیر مناسب جذبہ پیدا ہو، وہ سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرے۔ یا کلام پاک کی اور جو سورتیں اسے یاد ہوں، یا اپنے بزرگوں کی شفقتوں اور نصیحتوں کو یاد کر لیا جائے۔

اس مشورہ کا اثر اس پر بہت اچھا

پڑے گا اور وہ اپنے جذبات پر قابو پانے کے قابل ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾(۱۱)

''بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں''

اس آیت میں ایک زبردست نفسیاتی حقیقت پوشیدہ ہے اور اسی نقطے کو بزرگان دینے خود سمجھ لیا ہے اسی بناء پر وہ ہمیشہ کسی کی برائی دور کرنے کیلئے اس کی پوشیدہ نیکی کو ابھارتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

نتائج

اس برتاؤ کے علاوہ کی اصلاح وتربیت میں ماحول کی تبدیلی اہم حثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ انسان کے بہت سے رجحانات، افکار واحساسات، ماحول ہی کیوجہ سے پیدا ہوتے ہیں اگر ماحول میں مناسب ردوبدل کر دیا جائے تو انسان کی بہت سی خرابیاں خود بخود دور ہوسکتی ہیں۔ اسلئے مشائخ، بزرگان دین اکثر تبدیلی ماحول پر زور دیتے رہتے ہیں۔

حوالہ جات

(۱) صحیح بخاری،محمد بن اسماعیل البخاری،۲/۱۰۰،حدیث نمبر ۱۳۸، دارالیمامۃ بیروت ،۱۴۲۲ھ جلد:۱ صفحہ؛ ۴۵۶،مسلم ؛جلد: ۴ صفحہ:۲۰۴۷

(۲) القرآن ۷: ۱۷۲

(۳) القرآن ۳: ۶۳

(۴) القرآن ۵: ۵۴

(۵) القرآن ۲:۴۴

(۶) القرآن ۳:۱۵۹

(۷) بخاری ،،محمد بن اسماعیل البخاری،: جلد :۱ صفحہ:۱۴ حدیث نمبر ۱۴، دارالیمامۃ بیروت ،۱۴۲۲ھ صحیح ابن حبان،محمد بن حبان بن احمد جزء:۱ صفحہ : ۴۰۵ و

(۸) القرآن ۲:۷

(۹) تفسیر ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی،۳/۴۱۲، دارالفکر بیروت،۱۴۰۱ھ وکتاب الزہد لأبی ابن عاصم، احمد بن عمرو بن أبی عاصم الشیبانی، دار الریان القاهرة،۱۴۰۸ ھ

(۱۰) حجۃ اللہ البالغہ لشیخ احمد بن عبدالرحیم الدهلوی قدیمی کتب خانہ کراچی بلاسن

(۱۱) القرآن ۱۱:۱۱۴